”تقریظ“ ”حاضروناظر“

ہر چند کہ دیوبندی، بریلوی اختلافی مسئلہ اِسقدر سنگین نہیں جو حل طلب نہ ہوتا ہم اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اب کچھ عرصہ سے اس فروعی اختلافی مسئلہ نے باقاعدہ تنازعہ کی صورت اختیار کر لی ہے۔

معاشرے کا ایک عام فرد جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے احکامات بجالاتے ہوئے زندگی گزارنا چاہے عجب اضطرابی حالت میں ہے کہ حق و ناحق میں تمیز کس طرح کرے......؟ کیونکہ جب تک یہ مسئلہ کتابوں اور علماء کے مباحثوں تک محدود تھا تو ٹھیک تھا لیکن اب پبلک مقامات، بسوں، چوکوں، چوپالوں حتیٰ کہ ایک ہی گھر کے افراد کا اس مسئلہ کے بیچ دنگا فساد مچانا اور علم نہ ہونیکی وجہ سے واہی تباہی بکنا کسی طور پر بھی مستحسن نہیں۔ اب صورتحال یہ ہے کہ ایک سادہ لوح شخص بھی براہ راست متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اگرچہ اس موضوع پر علماء کی کثیر کتب موجود ہیں لیکن اختصار کیساتھ، کتابچہ کی ترتیب پر، عام فہم انداز کہ ہر شخص بہ آسانی سمجھ سکے بہرحال اسکا فقدان تھا۔ مؤلف نے جس جانفشانی سے غیر جانبدارانہ طرز پر آیات قرآنیہ، احادیث صحیحہ اور ائمہ احناف ؒ کے فتاویٰ جات کو جمع کیا ہے وہ واقعتاً قابلِ ستائش ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعیٔ جلیلہ کو قبول کرتے ہوئے اسے ہزاروں لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ بنائے...........(آمین)

احقر مولانا عبدالمجید
مُدرس و ناظم اعلیٰ (شعبۂ غیر ملکی)
جامعہ بنوریہ

APPROVED

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله الذى شرَّفَنا علىٰ سائِرالأُصم برسالة من احتصه من بين الأنام بجوامعِ الكلم وجواهر الحكم، صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ اٰله وصحْبه وبارك وسلم۔

عام طور پر دارالعلوم ''دیوبند''، اور شہر ''بریلی'' کی طرف منسوب دو مکاتب فکر کے علماء (جو دعویدار ہیں کہ ہم امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں اور ہندوستان میں مجدد الف ثانیؒ و شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تک بھی دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ فریقین ان اکابر کے عقیدت مند و متعرف دکھائی دیتے ہیں) لیکن آجکل ایک طرح کی شدت کی لہر سی اٹھی ہے اور نوبت ایک دوسرے پر کفر کے فتوے تک جا پہنچی ہے حد تو یہ ہے کہ ایک فریق دوسرے کی بات (موقف) سُننا تو کجا، چہرہ تک دیکھنے کا روادار نہیں۔

ہم کسی فریق کا نام لے بغیر قرآن و سُنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں ان چار بنیادی مختلف فیہ عقائد کے بارے میں بحث کرینگے جنکی اثبات و نفی کیوجہ سے دو گروہ وجود میں آئے باقی سینکڑوں اختلافی مسائل انہی چار میں سے کسی ایک کے ذیل میں آتے ہیں۔

(۱) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ''نور'' تھے یا بشر ....؟؟

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ''عالم الغیب'' تھے یا نہیں ....؟؟

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ ''حاضر و ناظر'' ہیں یا نہیں......؟؟

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلیم ''مختار کُل'' ہیں یا نہیں................؟؟

”حاضرو ناظر“

یہ دونوں عربی زبان کے الفاظ ہیں جنکے معنیٰ ”موجود“ اور ”دیکھنے والا“ کے ہیں۔ اور جب دونوں کو ملا کر استعمال کیا جائے تو مراد ہوگی کہ وہ شخصیت جسکا وجود کسی خاص جگہ میں نہیں بلکہ بیک وقت ساری کائنات کو محیط ہے اور کائنات کی ایک ایک شئے کے تمام حالات اوّل تا آخر اسکی نظر میں ہیں۔ اور یہ صفت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہی شایانِ شان ہے۔

آنخضرت ﷺ کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ آپ ﷺ روضۂ اطہر میں استراحت فرما ہیں۔ اور دنیا بھر کے مشتاقانِ زیارت وہاں حاضری دیتے ہیں۔ اگر ”حاضرو ناظر“ سے یہ مطلب لیا جائے کہ اس دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد آپ ﷺ کی روح طیبہ کو اجازت ہے کہ جہاں چاہیں تشریف لیجائیں۔ اوّل تو اس سے آپ ﷺ کا ہر جگہ حاضرو ناظر ہونا ثابت نہیں ہوتا مثلاً پاکستان کے ہر شہری کو اجازت ہے کہ وہ ملک کے جس حصّے میں جب چاہے جاسکتا ہے۔ کیا ہر پاکستان حاضرو ناظر ہے..........؟؟

اب اگر کسی جگہ کا دعویٰ کیا جائے مثلاً بوہرہ پیر میں محفلِ میلاد پر آپ ﷺ تشریف لائے ہیں یہ ایک مستقل دعویٰ ہے جس کی کوئی شرعی دلیل نہیں لہٰذا دعویٰ ہی باطل ٹھرا۔ کیا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ ابھی کسی جگہ کچرا خانہ تھا۔ خاکروبوں نے صفائی کی، شامیانہ لگا۔ اسپیکر آئے، قوال آئے لو جی اب آپ ﷺ بھی تشریف لے آئے (**نعوذ باللہ من ذالک**)

فرض کریں بیک وقت شہر کراچی میں آٹھ، پورے ملک میں آٹھ سو محافل منعقد ہیں (ہر چند کہ تمام عاشقان رسول ﷺ ہندو پاک ہی میں نہیں رہتے) کیا نعوذ باللہ یہ استہزاء نہیں کہ آپ ﷺ ایک قدم اس محفل میں ہیں پھر دوسری پھر تیسری میں......!! اور اس اثناء میں جو مسلمان روضۂ اقدس پر پیش ہوکر۔

”**الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ**“ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کا تحفہ پیش کرینگے انکا سلام کون وصول کریگا۔؟ وہاں ایک نائب بھی موجود ہونا چاہیئے حالانکہ ایسا قطعاً نہیں۔ بعض حضرات تو اولیاءَ اللہ کے بارے میں بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ حتی کہ انکے نزدیک پیر فقیر اپنے مزار شریف پر بیٹھنے والے پرندوں کی جنس تک سے بھی واقف ہوتے ہیں۔ ہمیں انکی سخاوت پر تعجب ہے کہ کسی فیاضی سے اللہ تعالیٰ کی صفتِ یکتا کو مخلوق میں تقسیم کرتے پھرتے ہیں۔

علماء اہلسنت کی مشہور کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

قال علمآء نا من قال ارواح المشائخ حاضرة تعليم يكفّر فتاوی بزازیہ عالمگیری (ص ۳۲۶)	علماء نے فرمایا کہ جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہیں۔ وہ جان لے کہ اس نے کفر کیا۔

آنخضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کا ولی ہوتا ہے بعد کے نبیوں میں سے میں اپنے جدّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔

ربنا وابعث فيهم رسولاً
منهم......(الآيه)

اے ہمارے پروردگار! بھیج ان
میں ایک رسول انہی میں کا۔

(البقرۃ: آیت ۱۲۹)

جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو نہ حاضر وناظر تھے نہ عالم الغیب کلامِ پاک میں قومِ لوط کی تباہی کے واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب دو فرشتے بصورتِ انسان آپ کے پاس مہمان ہوئے تو انہوں نے سلام کیا۔ آپ نے جواب دیکر دل میں کہا:

قومٌ منكرُون......(الايه)

کوئی اجنبی لوگ معلوم ہوتے ہیں

پھر انھیں بٹھا کر بچھڑا بھون لائے اور کھانیکی فرمائش کی۔ وہ فرشتے حضرت ابراہیمؑ کو خاموشی سے دیکھنے لگے۔ آپ نے پھر کہا کیوں نہیں کھاتے؟ انہوں نے پھر بھی کھانے کو ہاتھ نہ بڑھایا۔ آپ ڈر گئے مبادا دشمن نہ ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تم کون ہو......؟؟ ہمارے ہاں کھانا کیوں نہیں کھاتے......؟؟

قالوا لا تخف انآ ارسلنآ الى
قوم لوط ٥

وہ بولے مت ڈرہم بھیجے گئے ہیں
قوم لوط کیطرف۔

(ھود: آیت ۷۰)

انسانی صورت میں موجود فرشتوں کو جلیل القدر نبی نہیں پہچان پارہے یہ کس بات کی دلیل ہے......؟ حالانکہ حاضر وناظر جانتا ہوتا ہے کہ یہ ابھی آسمان سے اتر کر فلاں راستے سے میرے پاس پہنچے ہیں۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام حاضر وناظر ہوتے تو ملک بابل سے ہجرت کر کے شام جانا کیا معنی......؟ پھر شام سے بار بار اپنے لختِ جگر و رفیقۂ حیات کی ملاقات کیلئے مکہ مکرمہ تقریباً (21,000 میل) کیوں تشریف لیجاتے رہے......؟

الغرض اس باطل عقیدے کی رو سے انبیاء علیہ السلام کی ہجرت اور نقل وحرکت سب باطل ٹھہرتی ہے۔ اب آیئے موضوع کیطرف! اگر آپ ﷺ حاضر وناظر ہیں تو ہجرت مدینہ، نیز معراج میں مکہ سے مسجد اقصیٰ روانگی، وہاں تمام انبیاء کا صف کی صورت میں آپ ﷺ کا منتظر ہونا، پھر امامتِ انبیاء کے بعد سورۃ المنتہی جانا، اسی طرح جنگِ بدر، خیبر، حُنین وطائف کا سفر اور پھر حج کیلئے جاتے ہوئے راستہ میں مشرکین مکہ کا روک لینا اور صلح حدیبیہ کی صورت میں واپسی، مدینہ طیبہ کی ایک گلی سے دوسری گلی، ایک ایک سردار کے پاس دعوت اسلام لیکر جانا، حتیٰ کہ اس عقیدے کی بنیاد پر العیاذ باللہ آپ ﷺ کا مہاجر ہونا ہی باطل ٹھہرتا ہے۔

انبیاء علیہ السلام کا حاضر وناظر نہ ہونا اور امر غیب سے عاری ہونا حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ کی صورت میں بھی موجود ہے۔

قالوا يا لوط انا رسل ربك
لن يصلوا اليك......(الآيه)

وہ فرشتے بولے اے لوط......! ہم تو
(انسان نہیں بلکہ) تیرے رب
کے فرشتے ہیں یہ قوم والے ہرگز
تجھ تک نہ پہنچ سکیں گے۔

(ھود: آیت ۸۱)

حضرت یعقوب علیہ السلام جلیل القدر نبی ہیں اور بیٹے (حضرت یوسف علیہ السلام) کو بھی عنقریب نبوت ملنے والی ہے پھر انکی جدائی میں رونا کیا معنی......؟ جبکہ حاضر وناظر اور عالم الغیب ہونے کے ناطے انہیں معلوم ہوجاتا کہ قریب ہی کنویں میں یوسف موجود ہیں اور پھر مختار کل ہونے کے ناطے وہ انہیں پلک جھپکتے ہی اٹھا بھی لیتے جب انبیاء علیہ السلام میں یہ صلاحتیں مفقود ہیں تو پھر چودھویں صدی کے پیر وفقیر کیونکر جھولی بھر بھر کے دینے لگے......؟ یا ڈوبی کشتی پار لگانے لگے......؟ یا بیٹے عطا کرنے لگے یا بگڑی بات بنانے لگے......؟ جبکہ علماء اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ تمام اولیاء، غوث، قطب، ابدال ملکر ایک ادنیٰ سے صحابیؓ کے گھوڑے کی ٹاپ کی دھول کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ بعض لوگ بڑی ڈھٹائی سے کہہ دیتے ہیں کہ اجی ہم تو بات آنحضرت ﷺ کی ذات کے متعلق کررہے ہیں اس میں سابقہ انبیاء کی مثالیں کیونکر دیتے ہو......؟ تو بھائی اسکا جواب یہ ہے کہ خالق ومخلوق کے درمیان جو روابط ہیں اس معاملے میں تمام انبیاء کا درجہ برابر ہے لیکن رتبہ کے لحاظ سے تکریم بڑھی ہوئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کلام پاک میں جہاں کہیں تمام نبیوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے وہاں لازماً یہ قید لگائی گئی ہے:

لا نفرق بین احد منهم......(الآیه) (سورۃ بقرۃ: آیت ۱۳۶)	ہم ان (انبیاء) میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ مچھلی اُچھل کر پانی میں جا گری اور آپ بے خبر ہیں۔ دو تین کوس آگے پڑاؤ ڈالکر خادم سے پوچھ رہے ہیں کہ ہمارا ناشتہ کدھر ہے......؟ پھر حضرت خضر سے ملاقات ہوئی اور انکے ماروائے عقل تکوینی امور دیکھکر حیرت کا اظہار کیا تو اللہ پاک حضرت خضرؑ کا جواب اپنی کتاب میں نقل کر کے ہمیں عقیدے کی پختگی کی دعوت دے رہا ہے۔

و ما فعلته عن امری (الکھف: آیت ۸۲)	کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا وحی (الہام) سے ایسا ہوا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظیم بادشاہت اور تخت وتاج کے قصّے چہار سوئے عالم میں مشہور ہیں حتیٰ کہ پرندوں کی بولی سی لیکر جنات تک پر تسخیر حاصل تھی آپ بھی حاضر وناظر اور عالم الغیب ہونے سے برأت کا اعلان کرتے نظر آتے ہیں۔

ومالی لآاری الهدهد ط امر کان من الغآئبین (النمل: آیت ۲۰)	کیا ہوگیا ہے کہ مجھے (آج) ہُد ہُد نظر نہیں آتا یا وہ غائب ہے۔

جب آپ ﷺ معراج سے لوٹے تو مشرکین مکہ نے امتحاناً بیت المقدس کی نشانیاں پوچھنا شروع کردیں کہ فلاں چیز کیسے اور کہاں ہے......؟ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہ تھا (اور نہ ہی میرے جانیکی یہ غرض تھی) سو کفار نے بھبتی اڑائی اور آپس میں ٹھٹھہ کرنے لگے۔ آپ ﷺ کے الفاظ سُنیئے:

فكربت كربة ما كربت مثله قط۔ (مسلم شریف۔ص۹۴)	میں اسقدر پریشان ہوا کہ اس سے پہلے کبھی پریشان نہ ہوا تھا۔

پھر اللہ پاک نے تھوڑے وقت کیلئے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا مشرکین جو پوچھتے میں دیکھکر جواب دیتا جاتا۔

عقیدۂ حاضرو ناظر کے بارے میں تو صحابۂ کرامؓ کا طرزِ عمل دیکھکر ہی لائحہ عمل طے کیا جا سکتا ہے ہے۔(صحیح بخاری۔ص ۵۶۸) میں واقعہ نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ۴ھ میں حضرت عاصمؓ کی سرکردگی میں نو صحابہؓ کا سرایہ بھیجا مقام ہُدہ پر قبیلہ بنولحیان نے انھیں گھیر کر آٹھ افراد کو موقع پر ہی شہید کر دیا اور سالارِ قافلہ (حضرت عاصمؓ) کو مکہ لیجا کر تختۂ دار پر لٹکا دیا۔ آپکی زبان پر شہادت کے وقت یہ الفاظ تھے۔

اللهم اخبر عنا نبيك	اے اللہ! ہمارے حالات سے نبی کریم ﷺ کو آگاہ کر دے۔

اسی طرح بخاری شریف میں (ص۔۵۸۶ پر) روایت ہے کہ ۴ھ میں مشرکین کا وفد (ایک سازش کے تحت) آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کچھ لوگ مانگے کہ اپنے علاقے میں دینِ اسلام کی تبلیغ کروانی ہے۔ آپ صلعم نے اصحابِ صُفّہ میں سے ستر (۷۰) صحابہکرامؓ کو منتخب کر کے اسکے ساتھ روانہ کر دیا جب یہ لوگ بیرِ معونہ پہنچے تو ان کافروں نے ایک (لنگڑے) صحابیؓ کے علاوہ باقی سب کو شہید کر دیا۔ آپ ﷺ اس واقعے کے بعد بہت ہی مغموم ہوئے اور ایک ماہ تک صبح کی نماز کے رکوع میں اس قوم کیلئے بددعا بھی کی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ حاضرو ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ ﷺ نے مشرکوں کو سازش کرتے ہوئے دیکھا اور سنا ہوتا اور ان کے ناپاک عزائم سے پیشگی مطلع ہوتے آپ ﷺ نے اپنے مخلص احباب کو کیونکر ان وحشی درندوں کے حوالے کیا......؟ کیا اس عقیدے کی بنیاد پر نعوذ باللہ یہ اپ ﷺ پر الزام نہیں......؟؟

بخاری شریف (ص۔۶۱۰) میں روایت ہے کہ ۷ھ میں فتح خیبر کے موقع پر ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر بطور تحفہ رسول اللہ ﷺ کو بھیجا آپ ﷺ نے بھی چند لقمے کھائے اور بعض صحابہؓ نے بھی وہ گوشت کھایا چنانچہ حضرت بشر بن براءؓ کی شہادت بھی اسی گوشت کیوجہ سے ہوئی۔ روایت کے آخر میں ہے۔

وتوفىٰ اصحابه الذين اكلوا من الشاة......الخ (مشکوۃ شریف۔ص۵۴۲)	آنحضرت ﷺ کے وہ صحابہؓ کرام جنہوں نے وہ زہر آلود بکر کھائی تھی وفات پا گئے۔

ابوداؤد (ص ۲۴۶) اور سُنن دارمی وغیرہ میں مذکور ہیکہ چند لقمے کھا چکنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

”اسے مت کھاؤ۔ کیونکہ یہ بوٹیاں مجھے بتلا رہی ہیں کہ ہمارے اندر زہر ہے“

اصول فقہ کا قاعدہ ہیکہ جب، کوئی شخص خود کسی چیز کا اقرار کرلے تو وہ چیز وجوب کے درجے میں ہوتی ہے۔ اب سُنیے:

بخاری شریف (۱۰۶۳) اور مسلم شریف (ص ۷۴) میں یہ حدیث مذکور ہے۔ حضرت اُمِّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

”میں بشر ہوں اور تم میرے پاس اپنے جھگڑے لیکر آتے ہو، ممکن ہیکہ تم میں کوئی شخص اپنی چرب زبانی سے اپنے جھوتے دعوے اور مقدمہ کو سچا

کر دکھائے اور میں غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اسکے حق میں فیصلہ کر دوں تو اسکو یوں سمجھے کہ جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا ہے جو اس نے لیا ہے۔ لہٰذا میرے سامنے سچی بات کہنا'' ملا علی قاریؒ شرح مرقات میں لکھتے ہیں کہ اگر آپ کو علم غیب حاصل ہے تو پھر حقیقت کو نہ پہچاننے کا کیا مطلب......؟

کیا عالم الغیب پر بھی کوئی بات مخفی رہ سکتی ہے؟

مسلم شریف (۱۰۷) میں ہیکہ آپ ﷺ نے جنگِ احزاب کے موقع پر حضرت حذیفہؓ کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجتے ہوئے فرمایا:

قُم یَا حذیفة فأتنا بخبر القوم

اے حذیفہؓ! تو کھڑا ہو اور ہمیں دشمن کے حالات سے آگاہ کر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ راستے میں کھجور کا ایک دانہ پایا آپ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے یہ ڈر نہ ہو کہ یہ صدقہ کا ہوگا تو میں اسکو اٹھا کر کھالیتا۔ (بحوالہ مسلم شریف ص ۳۴۴، بخاری ص ۳۲۸)

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرۃؓ نظر نہ آئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا:

مَن احسَّ الفتیٰ الدوّسی.

(ابوداؤد ص ۲۹۵)

اس دوسی نوجوان کا کسی کو علم ہے......؟

فریق ثانی کو غلطی اس بات پر ہوئی ہیکہ وہ کلامِ پاک میں لفظ شاھد سے حاضر و ناظر کا معنی لیتے ہیں حالانکہ ایسا قطعاً نہیں۔ مثلاً سورۂ بقرۃ میں ہے:

وکذلک جعلنکم اُمّةً وسطاً
لتکونوا شهدآء علی الناس
ویکون الرسول علیکم شهیدًا.

(البقرۃ آیت ۱۴۳)

اور اسی طرح ہم نے بنایا تمکو اُمت معتدل تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو (بروزِ قیامت) اور رسول ہو تم پر گواہی دینے والا (یعنی گواہِ صفائی)

یہی مضمون سورۂ حج میں اس طرح ہے:

لیکون الرسول شهیدًا علیکم
وتکونوا شهدآء علی
الناس......(الآیه)

(سورہ حج آیت ۷۸)

تا کہ رسول ہو بتلانے والا تم پر اور تم ہو بتلانے والے لوگوں پر۔

اور آلِ عمران میں یوں بیان فرمایا:

شهدالله انّه لآاله الاّهوَ.
والملئکة واُولو العلمِ.(الآیه)

(آل عمران آیت ۱۸)

اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے اسکے۔ اور فرشتوں نے اور علم والوں نے۔

اگر لفظ شاھد و شہید سے یہی معنی مراد لیا جائے تو پھر اس لحاظ سے امت کا ایک ایک فرد حتیٰ کہ ملائکہ وغیرہ سبھی حاضر و ناظر ہوئے۔ اب آیئے دوبارہ موضوع کی طرف!

تبوک سے واپسی پر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی مسلمانوں کے خلاف مغلظات بکتا آ رہا تھا۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سن کر اپنے چچا کو بتلا دیا یہ

بات آپ ﷺ تک جا پہنچی چنانچہ زیدؓ کو طلب کیا گیا انہوں نے سارا واقعہ آنحضرت ﷺ کے گوش گزار کر دیا پھر منافق کو بلوایا اس نے قسم کھا کر ایسی چرب زبانی سے بات بنائی کہ توبہ توبہ بھلا آپ (ﷺ) خود سوچئے آیا میں ایسا کہہ سکتا ہوں......؟ اب حضرت زیدؓ کے الفاظ سنیئے:

فکذبنی رسول اللہ ﷺ وصدقہ فأصابنی ھمّ لم یصبنی مثلہ قط. (بخاری)	یعنی رسول اللہ ﷺ نے مجھے جھوٹا جانا اور اسے (منافق کو) سچا ٹھہرایا اس پر مجھے اسقدر شدید رنج پہنچا کہ اس سے پہلے کبھی نہ پہنچا تھا۔

پھر اللہ جل شانہ بذاتِ خود تمام معاملے سے پردہ اٹھا دیتے ہیں:

واللہ یشھدُ ان المُنافقین لکٰذبون. اتّخذوا ایمانھم جُنّةً. (الآیہ) (المنافقون آیت ۲)	اور اللہ گواہی دیتا ہیکہ یہ منافق جھوتے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔

ان آیاتِ مبارکہ کے نزول پر آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ کو بلوایا اور فرمایا:

ان اللہ قد صدقک یازید.	اے زید! بیشک اللہ نے تو تیری تصدیق فرما دی ہے۔

پھر حضرت رفاعہؓ کا واقعہ بھی اسی طرح ہیکہ آپؓ کے گھر میں چوری ہوگئی اور چور نے آپ ﷺ کے سامنے جھوٹے حلف اور چرب زبانی سے جان بخشی کروالی۔ اللہ کو یہ منظور نہ تھا لہٰذا اللہ خود وضاحت فرما رہا ہیکہ چور بشیر نامی منافق ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرما دیا:

وعلمک مالم تکن تعلم. (الآیہ) (النساء آیت ۱۱۳)	اور تجھکو سکھلائیں وہ باتیں جو تو نہ جانتا تھا۔

اگر لفظ شاھد و شھید سے یہی معنی مراد لیے جائیں کہ آپ ﷺ ظاہر و باطن سے آگاہ و واقف ہیں تو ذرا کوئی صاحبِ بصیرت کلامِ پاک کی اس آیت کا مفہوم تو سمجھا دے:

ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لاتعلمهم. نحن نعلمهم......(الآیه)

(التوبہ آیت ۱۰۱)

اور کچھ مدینے والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حدِ کمال کو جا پہنچے ہیں آپ ﷺ انکو نہیں جانتے (بلکہ) ہم جانتے ہیں۔

حضرت جُبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر (تقریباً سوا لاکھ سے اوپر) صحابہ کرامؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ایها الناس انی واللہ لاادری لعلی لالقاکم بعد یومی هذا بمکافی هذا الحدیث.

(مسند دارمی ص ۴۱)

اے لوگو! خدا کی قسم میں نہیں جانتا، شاید کہ میں تم سے آج کے بعد اس جگہ ملاقات نہ کرسکوں۔

اگر آپ ﷺ اپنے صحابہؓ سے خصوصاً میدان عرفات میں ملاقات کے لئے حاضر نہیں ہوسکتے تو پھر موصوف طاہر القادری سے کراچی ایئرپورٹ پر ملاقات او وعظ ونصائح کیا معنی......؟

موطا امام مالک (ص ۷۵) میں یہ حدیث نقل ہیکہ ایک غریب عورت بیمار ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ کو جب اسکی بیماری کا علم ہوا تو فرمایا اگر اسکی وفات ہوجائے تو مجھے اطلاع کرنا (تا کہ میں جنازہ پڑھاؤں) خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسکی وفات رات کو ہوگئی۔ صحابہؓ نے آپ ﷺ کو اسکی اطلاع دیئے بغیر ہی دفن کردیا۔ (آپ ﷺ کو اسکی وفات کا علم تک نہ تھا) صبح ہوئی تو بعض صحابہؓ نے آپ ﷺ کو اس بی بی کی وفات کی اطلاع دی کہ فلاں عورت رات کو دفن کردی گئی ہے آپ ﷺ کا جواب سنیئے!

الم اٰمرکم ان تؤذنونی بها

کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ مجھے ضرور اطلاع دینا......؟

صحابہؓ نے عذر پیش کیا کہ رات کا وقت تھا آپ ﷺ آرام فرما رہے تھے ہم نے آپ ﷺ کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ پھر آپ ﷺ اسکی قبر پر تشریف لے گئے اور کھڑے ہوکر اسکے لئے دعا کی۔

اب حدیث پاک سُنیئے اور اپنے ضمیر سے فیصلہ کرکے بتلایئے کہ اسقدر اصح وکثیر حوالہ جات کی موجودگی میں حدیث کے خلاف عقیدہ رکھنا ظلم عظیم نہیں......؟

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ چند صحابہ کرامؓ کیساتھ باہر نکلے اور ایک قبر پر نظر پڑی تو پوچھا یہ کس کی قبر ہے......؟

صحابہؓ نے جواب میں عرض کیا:

مولاۃ بنی فلان فعرّفها رسول اللہ ﷺ.

یہ بنی فلاں کی لونڈی کی قبر ہے تو (صحابہؓ کے بتلانے سے) آپ ﷺ نے اسکو پہچان لیا۔

پھر اسکی قبر پر کھڑے ہوکر نماز جنازہ پڑھی اور ارشاد فرمایا:

لایموتِ فیکم میّت مادمتُ بین اظھرکم الاَّ اٰذنتمونی بہ......

(سنن نسائی ص ۲۲۰) (ابن ماجہ ص ۱۱۱)
(مسند احمد ص ۲۲۸) (طحاوی ص ۲۹۵) (سنن الکبریٰ ص ۴۲)

جس وقت تک میں تمہارے درمیان موجود ہوں کسی بھی میت کو مجھے اطلاع دیئے بغیر دفن نہ کیا جائے (کیونکہ میری دعا باعث رحمت ہے)

مشکوٰۃ شریف (ص ٨٦) میں حدیث نقل ہے:

لاتجعلوا بیوتکم قبورًا ولاتجعلوا قبری عیداً وصلوّاعلی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم.

اپنے گھروں کو قبرمت بناؤ (یعنی ان میں نماز پڑھو) اور میری قبر کو عید میلہ نہ بنالینا اور مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ تم جہاں سے بھی درود پڑھو گے مجھے پہنچادیا جاتا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے فرمایا:

ان للہ ملآئکۃ سیّاحین فی الارض یبلغونی من اُمّتی السلام.

(سنن نسائی ص ۱۴۳) (مشکوٰۃ شریف ص ۸۶)
(البدایہ والنہایہ ص ۵۴) (مسند احمد ص ۴۴۱)

بیشک اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین میں کچھ فرشتے اس کام پر مقرر ہیں کہ میری اُمت کیطرف سے مجھے سلام پہنچائیں۔

اب تیسری حدیث سُنیے! حضرت ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

من صلیٰ عند قبری سمعتہُ ومن صلیٰ نائیًا ابلغتہُ.

(مشکوٰۃ شریف ص ۸۷)

جو شخص میری قبر کے پاس دُرود پڑھے گا میں اسے خود سنوں گا اور جو مجھ پر دُور سے درود پڑھے گا وہ مجھے پہنچایا جائیگا۔

مذکورہ بالا تینوں احادیثِ مبارکہ ثابت کررہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے درود وسلام کا تحفہ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچانے کے لئے قدسی صفات نفوس (فرشتوں) کی ڈیوٹی لگائی ہے۔ اس سے دو باتوں کیطرف اشارہ ملتا ہے۔ اوّل یہ کہ آنحضرت ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر نہیں ورنہ قبر مبارک سے

دوراورقریب درودشریف پڑھنے کاایک ہی حکم ہوتا کہ آپ صلعم بنفسِ نفیس خود سنتے۔ دوئم اسمین سلام کے قبولیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کیونکہ فرشتون نے اسکوقبول کیااوراٹھا کرآنحضرتﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کردیا۔ اور ہم ہیں کہ ''صبا'' کودرمیان میں واسطہ بنائے بیٹھے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے اگر کسی روزصبامدینہ کی بجائے کسی اورطرف چل دے تواسے کون پوچھ سکتا ہے؟ دوسری بات جوہم اپنے اطراف میں محسوس کرتے ہیں وہ یہ کہ مساجد میں آواز بلندمع ایکوساؤنڈ درودوسلام کے نام پراسقدرشوروغل ہیکہ الامان والحفیظ......حالانکہ یہ بات آداب مسجد کے یکسر منافی ہے۔

اگرکوئی شخص سنن ونوافل کی ادائیگی میں مشغول ہے اسکادھیان بٹ کررہ جائے۔ جن بڑے ہسپتالوں کے ساتھ ملحقہ مسجد میں سلام کاتحفہ پیش کیا جارہا ہے انکے مریضوں پرکیا بیتے گی؟ حالانکہ شریعت مطہرہ میں یہ ادب بھی مذکور ہیکہ سوتے ہوئے شخص کے نزدیک کلامِ پاک بھی آہستہ آواز سے پڑھا جائے۔ کوئی بھلامانس ان نقائص کی طرف متوجہ بھی کرے تواس ''گستاخی'' کے سبب غریب کے مسلمان ہونے میں ہی شک کیا جانے لگتا ہے۔ ایک سادہ سی بات ہیکہ ''عقیدۂ حاضروناظر'' کی موجودگی میں اسقدرشورشرابہ بذات خودایک بڑی گستاخی ٹھہرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کوبھی اس معاملے میں تنبیہہ فرمائی ہے۔

یاایھا الذین اٰمنوا لاترفعوا	اے ایمان والو اپنی آواز کو
اصواتکم فوق صوت النبی	نبی (ﷺ) کی آواز سے بلندمت
ولاتجھروا لہ بالقول کجھر	کرو۔ اورنہ ان سے ایسے زور (بے
بعضکم لبعضٍ......(الآیہ)	تکلفی) سے کلام کروجیسے آپس میں
(الحجرات آیت ۲)	ایکدوسرے سے کرتے ہو۔

دوسری جگہ یہی مضمون یوں بیان فرمایا:

لاتجعلوا دعآءَ الرسول بینکم	مت سمجھو بلانا رسول (ﷺ) کا
کدعآء بعضکم	اپنے میں برابر اسکے جو بلاتا ہے تم
بعضًا......(الآیہ)	میں ایکدوسرے کو۔
(النور: آیت ۶۳)	

اب ہمارے ہاں چوکوں، بازاروں میں جس ''تہذیب وشائستگی'' سے یارسول اللہؐ کہا جاتا ہے وہ سب کومعلوم ہے پھر یہ کیا بھونڈا مذاق ہیکہ ہمارے بچپن میں کسی جمعہ کے دن لائٹ نہ تھی توانتظامیہ مسجد نے سلام ہی ''مؤخر'' کردیا۔ بہرحال......! اگرہم حالت نماز ہی میں غورکرلیں تو ہماری رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ اللہ پاک نے نہ صرف ہمیں درودوسلام پڑھنے کاحکم دیا ہے بلکہ ساتھ ساتھ طریقہ بھی سکھلادیا کہ باادب قبلہ روبیٹھ کردرود پڑھا جائے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہیکہ جبتک آنحضرتﷺ ہمارے درمیان موجود تھے ہم التحیّات میں السلام علیک ایھا النبی، پڑھا کرتے تھے مگر جب آپﷺ کاوصال ہوگیا تو ہم اسکے بجائے، السلام علیٰ النبی کہنے لگے۔ (صحیح بخاری ص ۹۲۶)

اب ایسا توہے نہیں کہ ہم بھی یونہی پڑھنے لگیں بلکہ صحابہ کرامؓ کے اس عمل سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ التحیات میں جوآنحضرتﷺ کوخطاب کے صیغہ سے سلام کیا جاتا ہے وہ اس عقیدے پرمبنی نہیں کہ آپﷺ ہرجگہ حاضروموجود ہیں ہرشخص کے سلام کوخودسماعت فرماتے ہیں نہیں......؟؟ بلکہ یہ خطاب کا

صیغہ اللہ تعالیٰ کے سلام کی حکایت ہے، جو آنخضرت ﷺ کو شب معراج میں فرمایا تھا۔

مزید طرفہ تماشہ محفل سلام ختم ہونے کے بعد اجتماعی دعا پر نظر آتا ہے ذرا سینے یا اللہ حضور پرنُو ﷺ کی ذات پر کروڑوں سلام، فلاں، فلاں پر کروڑوں سلام شاہ احمد رضا خان پر کروڑوں سلام......! لیجیئے جناب مولانا صاحب نے تو محمود و ایاز کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا۔ یعنی کوئی امتیاز ہی باقی نہ چھوڑا کہ حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس کے لئے بھی کروڑوں سلام ہیں اور چودھویں صدی کے گروہی مولانا پر بھی اتنا ہی عدد استعمال ہوا ہے کیا کسی کی نظر اس خامی پر بھی جاتی ہے......؟؟ اگر یہی جرات کوئی غیر کرے تو......؟